ٹھٹھہ - ایک تاریخی علمی مرکز

مولانا اللہ ورایو بردہی استاذ مظہر العلوم کراچی

باز گو از نجد و از یاران نجد
تا در و دیوار را آری بہ وجد

سرزمین سندھ جو آج علم و فضل کے اعتبار سے حرف غلط کی طرح دنیا کے نقشے سے محو ہوتی جا رہی ہے کسی زمانے میں یہی سرزمین علوم و معارف کا فلک اور فضل و کمال کا عرش عظیم تھا۔

سندھ کا وہ مرکزی خطہ جو ٹھٹھہ کے نام سے معروف ہے، جو آجکل لا یعنی رسومات کی چکی میں بُری طرح پس رہا ہے۔ کسی زمانے میں توحید و رسالت کا عظیم مبلغ تھا۔ جہاں آج جہالت کی حکومت ہے وہ کسی زمانے میں بہارستان مصر اور نخلستان عرب سے کسی صورت میں کم نہ تھا۔ جہاں آج علوم اسلامیہ و دینیہ کا کوئی معروف عالم نظر نہیں آتا وہ کسی زمانے میں یگانۂ روزگار علماء کا مرکز تھا۔

بلدۂ ٹھٹھہ کے متصل مغربی سمت ایک میل کی مسافت پر لب سڑک کوہ مکلی واقع ہے جس کے دامن میں علم و فضل اور دین و مذہب کا ایک عظیم کارواں آسودۂ خواب ہے۔ اس خاک پاک کے درویشان باصفا اور مردان حق آگاہ نے اسلام کی تبلیغ کے سلسلے میں شاندار خدمات سرانجام دی ہیں۔ وہ بوریا نشین تھے، لیکن ان کے آستانہ جلال پر بڑے بڑے باجبروت شہنشاہ جھکتے نظر آتے تھے۔ انہوں نے مصائب برداشت کئے تکالیف کا سامنا کیا کڑی ریاضتیں کیں اور

مجاہدے کئے۔ وہ اپنی خانقاہوں میں چٹائیوں پر بیٹھے قرآن و سنت کی تبلیغ کرتے وہ شریعت حقہ کے علمبردار تھے۔ ان کی زندگی کا ہر پہلو اُسوۂ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا عکس تھا۔ وہ ہر اس چیز سے اجتناب کرتے جس کی مخالفت شریعت میں کی گئی تھی۔ ان کی زندگی شریعت و طریقت کا حقیقی امتزاج تھا۔

صوبۂ سندھ کی علمی تاریخ جو کچھ کہ تھی اور وہ بہت کچھ تھی۔ افسوس کہ اہالیان سندھ کی غفلت اور بے پروائی کی وجہ سے زاویۂ عدم میں چلی گئی مگر جو کچھ کہ دستیاب و دریافت ہو سکتی ہے، وہ بھی کچھ کم عبرت خیز نہیں۔

آیئے آج کی صحبت میں ان برگزیدہ شخصیتوں کی ایک اجمالی فہرست پر ایک نظر ڈالیں جن کی علمی عظمت کا لوہا آج عرب و عجم کا ہر اہل علم مانتا ہے۔

با صد ہزار دیدہ بگردد جہاں سپہر
جویائے آدمی ست ولے آدمی کجاست!

محقق اور محدث علماء میں سے مولانا ابوالحسن کبیر سندھی ثم المدنی۔ مولانا محمد حیات سندھی ثم المدنی۔ مولانا ابوالطیب سندھی ثم المدنی، مولانا مخدوم محمد ہاشم سندھی ٹھٹوی المخاطب من الرسول الکریم بقاضیٔ سندھ، صاحب کتاب الفتاوی " المسمیٰ بہ بیاض ہاشمی" مولانا مخدوم محمد معین ٹھٹوی صاحب "درسات اللبیب" مولانا ابوالحسن صغیر مولانا شیخ محمد مراد ٹھٹوی۔ مولانا مخدوم محمد جعفر بوبکانی۔ مولانا مخدوم عبدالواحد سیوستانی۔ صاحب کتاب الفتویٰ المسمی بہ بیاض واحدی، مولانا ابوالحسن الداہری صاحب "اینابیع الابدیہ" مولانا محمد عابد سندھی ثم المدنی صاحب "الحصر الشارد" رحمۃ اللہ علیہم اجمعین۔

مولانا ابوالحسن کبیر سندھی ثم المدنی رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق مدینہ کے بہت بڑے عالم علامہ شیخ صالح بن محمد العمری فرماتے ہیں کہ استاد شیخ ابوالحسن کبیر عبدالہادی سندھی اپنے زمانے کے سب سے بڑے عالم، عارف، ذکی، سراج منیر، عالم فاضل اور امام السنۃ تھے۔ نیز آپ نے صحاح ستہ پر حواشی لکھے ہیں۔ نیز مسند امام احمد بیضاوی و فتح القدیر و آیات بینات فی الاصول الاذکار نووی پر بھی حاشیے لکھے ہیں۔ ایک تفسیر لطیف بھی آپ کی تصانیف ہیں

سے ہے نیز تفسیر جلالین پر حاشیہ لکھا ہے۔

علامہ سید زین العابدین مفتی شافعیہ بالمدینۃ المنورہ فرماتے ہیں کہ میں نے شیخ محمد حیات سندھی کی ایک خود نوشتہ تحریر دیکھی ہے، جس میں آپ نے لکھا ہے کہ شیخ ابو الحسن سندھی بڑے جلیل القدر استاد اور نحو و معانی، منطق و اصول اور تفسیر و حدیث میں ماہر اور محقق تھے۔ آپ فقیہ بھی اعلیٰ رتبہ کے تھے۔ آپ کا مولد و منشا بلاد سندھ میں ٹھٹہ ہے۔ آپ محقق علماء اور علوم دینیہ کے طلبہ کے لئے مرجع تھے۔ آپ گوشہ نشینی اختیار کرنے کی نیت سے عازم حرمین الشریفین ہوئے اور دس سال تک گوشہ نشین رہے۔ مگر بعد ازاں لوگوں کے اصرار پر حرم نبوی میں صحاح ستہ پر ایسے حاشیے لکھے کہ کسی نے بھی اس سے پہلے ایسے حاشئے نہیں لکھے تھے۔

آپ زاہد متورع۔ کتاب اللہ اور سنت رسول کے سخت متبع اور طبیعت کے نہایت ہی متواضع تھے آپ کی وفات ۱۱۳۹ھ میں ۲۲ شوال کو واقع ہوئی۔ اور سیدنا امیر المومنین عثمان بن عفان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پہلو میں دفن ہوئے۔

حضرت شیخ محمد حیات سندھی ثم المدنی بھی آپ کے شاگرد تھے۔ شیخ محمد عابد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ شیخ ابو الحسن کبیر اعلیٰ درجہ کے فقیہ، محدث، استاد الوقت اور امام الانام فی العلوم تھے۔

شیخ محمد حیات سندھی ثم مدنی رحمۃ اللہ علیہ کی نسبت شیخ صالح فلانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ آپ فاضل کامل عارف واصل اور متقی تھے۔ شیخ عابد لکھتے ہیں کہ آپ عالم، عامل، زاہد متورع صوفی عامل بالحدیث اور جمود و تعصب سے بیزار منفی تھے جیسے کہ ان کے استاد ابو الحسن کبیر آپ نے منذری کی کتاب ترغیب و ترہیب اور اربعین نووی پر عمدہ شرح کے علاوہ اور بہت سے رسائل علمیہ پر رسائل عجیبہ لکھے ہیں۔ آپ نے شیخ ابو الحسن سندھی کبیر اور خاتم المحدثین شیخ عبداللہ بن سالم البصری سے علم کی تحصیل کی ہے اور آپ سے حرمین شریفین یمن، سندھ، ہند، اور مشرق و مغرب کے ہزارہا علماء نے علم کی نعمت حاصل کی ہے۔ جس طرح کے آپ کے استاد ابو الحسن کبیر محدثین عرب و عجم، شام و روم اور ہند کے شیخ سلاسل ہیں۔ اسی طرح شیخ محمد حیات سندھی رحمۃ اللہ علیہ بھی دنیا بھر کے اکثر محدثین اور مشائخ علماء کے شیخ سلاسل اور استاد ہیں۔

نواب سید صدیق الحسن خاں اپنی کتاب " اتحاف النبلاء المحققین " میں مولانا کے متعلق لکھتے

ہیں "شیخ محمد حیات سندھی ثم مدنی از علماء ربانیین و عظمائے محدثین بود۔ نام والدش ملا فلاریہ از قبیلۂ چاچڑ ساکن اطراف عادلپور از توابع بکھر مولد و منشا شیخ محمد حیات سندھی است در عنفوان شباب توفیق زیارت حرمین شریفین یافت در مدینہ توطن و تاہل کرد۔ تمام عمر خدمت شریف صرف ساخت و تبحر عظیم در یں فن اشرف اندوخت، ہمیشہ ناشر علوم لطیفہ و عامر اوقات شریفہ بود۔ خواص و عوام حرمین مکرمین و مصر و روم و شام اعتقاد و اخلاص داشتند و از ذات ہمایوں، کسب برکات می نمودند"

آپ نے ۱۱۶۳ھ ۲۶ صفر کو بروز چہارشنبہ رحلت فرمائی۔ اور جنت البقیع میں مدفون ہوئے۔

شیخ محمد سعید صفر۔ شیخ عبدالرحمٰن۔ شیخ عبدالقادر کرک۔ سید عبدالقادر بن احمد بن عبدالقادر۔ سید غلام علی آزاد بلگرامی اور شیخ محمد فاخر الہ آبادی، جن میں سے ہر ایک فرید الدہر اور شیخ سلاسل ہے ان کے شاگردوں میں سے ہیں شیخ محمد فاخر الہ آبادی نے ایک قصیدہ ان کی مدح میں لکھا ہے۔ جس کا آخری شعر ہے۔

سر من خاکپائے او بادا
جان من در رضائے او بادا

مولانا ابوالطیب سندھی بڑے پایہ کے بزرگ تھے۔ آپ عالم فاضل اور استاد الوقت فی العلوم تھے۔ شیخ محمد صفر کے بھی آپ استاد اور شیخ ہیں۔ آپ کے والد کا اسم شریف عبدالقادر تھا۔ آپ سندھ سے ہجرت کر کے مدینہ منورہ میں متوطن ہوئے۔ آپ نے بہت سی حدیث کی کتابوں پر حاشیے لکھے ہیں۔ مثلاً جامع ترمذی جو مطبع نظامی کانپور میں طبع ہوا ہے۔ آپ ۱۱۴۰ھ میں راہی دار البقا ہوئے۔

مخدوم محمد ہاشم ٹھٹوی سندھ کے فقہائے محققین اور علمائے ربانیین کے سرکردہ اور ایک سو سے زیادہ ضخیم کتابوں کے مصنف ہیں۔ آپ بعض مشائخ سلاسل کے استاد و شیخ ہیں۔

شیخ ابوالحسن صغیر سندھی جو زبردست محدث اور مجتہد الوقت مانے جاتے تھے۔ آپ ہی کے شاگرد رشید ہیں۔ سلاطین وقت مثلاً نادر شاہ اور احمد شاہ ان کے ساتھ ارادتمندانہ پیش آتے تھے ۱۱۷۴ھ میں آپ واصل بحق ہوئے۔

مخدوم محمد معین سندھی ٹھٹوی ادیب لبیب، فاضل اجل، محدث اکمل، عامل بالحدیث اور

صوفی صافی تھے۔ آپ کے والد ماجد مخدوم محمد امین نواب فاضل خاں والئی ٹھٹہ کے داماد تھے۔ فاضل خاں ان کے دادا مخدوم طالب اللہ کے مرید تھے۔ اس لئے مخدوم محمد امین دنیوی جاہ و جلال بھی رکھتے تھے۔

تحفۃ الکرام میں لکھا ہے کہ مخدوم محمد معین صاحب صفات حمیدہ جامع جمیع فنون کمال اور علوم معقول و منقول میں نحریر عصر و علامۂ دہر تھے۔ حکام وقت آپ کی بڑی تعظیم و توقیر کرتے تھے۔ آپ ایک محقق عالم دین ہونے کے علاوہ اعلیٰ درجے کے شاعر اور ادیب بھی تھے۔ ہندی میں بیراگی اور پارسی میں تسلیم تخلص کرتے تھے۔ آپ کی تصنیفات میں سے "دراسات اللبیب فی الاسوۃ الحسنۃ الیٰ الحبیب" و باب عمل بالحدیث ایک عمدہ کتاب ہے، جو عراق و یمن میں بہت مقبول ہے۔ بعض علماء نے اس کتاب کی تعریف میں عربی زبان میں اتنے قصائد لکھے ہیں کہ اگر وہ یک جا جمع کئے جائیں تو ایک ضخیم مجلد ہو جائے۔

ان یگانۂ روزگار علماء کے علاوہ ملا مبارک۔ ابو الفیض فیضی مصنف تفسیر سواطع الالہام علامہ ابو الفضل علامہ سید ابو البصیر اللعکوی مصنف درایۃ النحو شرح ہدایۃ النحو۔ علامہ سید عبد الرشید ٹھٹوی مؤلف منتخب اللغت عرف لغات رشیدی فارسی۔ وغیرہم مشاہیر سندھ میں سے گذرے ہیں جن کے علوم و معارف پر عرب اور عجم کے علمی حلقوں کو ہمیشہ ناز رہے گا۔

مذکورہ بالا حضرات جو اقلیم علم و فضل کے شہنشاہ تھے؛ ان میں اکثریت اسی ٹھٹہ کے خاک پاک کی پیداوار ہے۔ وہی ٹھٹہ جو کسی زمانہ میں نجد و حجاز کے علماء کا سہارا تھا، آج زوال و انحطاط کے آخری درجہ میں ہے، کوہسار مکلی کی ان خاموش فضاؤں میں جہاں ہماری عظمت رفتہ کی ایک تاریخ دفن ہے، وہاں اس دور کے آخری علم پرور اور علماء دوست بزرگ جناب الحاج سید عبد الرحیم شاہ مرحوم کی وساطت سے امام الہند حضرت مولانا ابو الکلام آزاد رحمۃ اللہ علیہ اور امام انقلاب مولانا عبید اللہ سندھی علیہ الرحمۃ جیسے اکابر بنفس نفیس آکر عقیدت اور محبت کے پھول نچھاور کر گئے ہیں۔

آج سے کچھ عرصہ پیشتر اسی کوہسار مکلی پر جسے آجکل "ہاشم آباد" کے نام سے منسوب کیا گیا ہے جناب سردار فضل محمود خان لغاری ایس پی ٹھٹہ۔ جناب الحاج محمد شفیع صاحب دفتر دار ٹھٹہ اور جناب خانصاحب حاجی صادق علی میمن کی تحریک اور مساعی سے ایک دینی دار العلوم اور جامع مسجد

کی بنیاد رکھی گئی ہے، جس کا سنگ بنیاد حیدرآباد ڈویژن کے کمشنر جناب ابو نصر صاحب نے رکھا۔ نیز شاہ ولی اللہ اکیڈمی کی جانب سے ایک دارالمطالعہ اور لائبریری بھی معرض وجود میں آچکی ہے۔ یہ روح پرور خبریں ایسی ہیں کہ ؎

براین مژدہ گرجاں فشانم رواست

ان حضرات کی مساعی سے یہ امید کی جا سکتی ہے کہ وہ ٹھٹھ جو آج علمی اعتبار سے ایک اجڑے ہوئے دیار کے مانند ہے۔ جہاں کسی زمانہ میں علم و حکمت کی فرمانروائی تھی۔ جہاں سینکڑ دن دینی ادارے تھے، وہاں آج ایک بھی قابل ذکر ادبی اور دینی ادارہ نہیں، دارالعلوم جامع مسجد اور شاہ ولی اللہ اکیڈمی کی جانب سے متوقع دارالمطالع ہمارے نیک دل افسران اور ارباب حکومت کی پاکیزہ تمناؤں کا مظہر رہے اور یہ عزائم بتلا رہے ہیں کہ یہ آگے چلکر کو ہمارے ملک کی علمی ترقی و تہذیبی بیداری کا نشان ثابت ہوگا۔ اور وہاں کی مقدس ارواح کی سعید آرزوؤں کا سہارا ہوگا۔

شب گریزاں ہوگی آخر جلوۂ خورشید سے
یہ چمن معمور ہوگا نغمۂ توحید سے

سندھ کا یوں تو ہر قصبہ اور قریہ، بلکہ یوں کہئے کہ چپہ چپہ اور گوشہ گوشہ تصوف اور عرفان، رشد اور ہدایت کا مرکز رہا ہے، لیکن خاص طور پر قدیم شہروں میں الور، دیبل، بیلوستان، منصورہ، ٹھٹھہ بھکر وغیرہ اور جدید شہروں میں روہڑی، ریل، منعلوی، ہالا، لواری، ٹلٹی اور بوبک وغیرہ کو اس سلسلے میں ہمیشہ سے مرکزی حیثیت حاصل رہی ہے۔ اور یہی شہر تھے جو عرفان و تصوف اصلاح اخلاق اور تزکیۂ نفس کے سرچشمے بنے رہے اور سندھ میں سماجی انقلاب لانے کا باعث ہوئے۔ اور یہیں کی خانقاہیں تھیں، جن کے نظام اصلاح و تربیت نے نہ صرف اخلاقی قدروں کو بلند کیا، بلکہ ایمان اور عمل کی قوتوں کو اجاگر کرکے خداشناسی کی فضا قائم کی۔

(سید حسام الدین راشدی از تذکرہ صوفیائے سندھ)